ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

طاہرہ اقبال کے ناول: لسانی بشریات کا اظہاریہ

Tahira Iqbal’s Novels: An Expression of Linguistic Anthropology

کرن اسلم

لیکچرار، شعبہ اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

حافظ غلام مرتضی

لیکچرار، شعبہ اُردو، لاہور لیڈز یونیورسٹی، لاہور

ABSTRACT:

Linguistic anthropology is a branch of anthropology that studies the role of language in the social lives of individuals and communities. Linguistic anthropology explores how language shapes communication. Language plays a huge role in social identity, group membership, and establishing cultural beliefs and ideologies. Tahira Iqbal has linguistic usage expertise according to geographical culture. Her Novels including “Graa’n, Neeli Bar and Harappa” are one of the best representation of Linguistic Anthropology. “Graa’n” shows Pothohari culture through Pothowari Language. Specially Female characters are beautifully captured according to their culture. These characters has been designed to show their Language identity between the culture. Their dialogues in Pothowari Language ahave a unique expression of their emotions. “Neeli Bar” describes Bar’s Boli which helps to understand the culture and customs of Neeli Bar. Through this Rachnavi Punjabi dialect we can feel the emotions and attitudes of the region. Fok songs in these novels are an example of Lok Danish and Fok literature. Likewise, Tahira Iqbal’s third Novel “Harappa” is a master piece among 21st century’s Pakistani Urdu Novels. Which represents examples of Linguistic Anthropology very nicely. These Pakistani novels can be shared as a study of linguistic anthropological aspects of Pakistan.

Key Words: Anthropology, Linguistic Anthropology, Culture, Social Identity, Tahira Iqbal’s Novels, Pothohari culture, Pothohari Language, Rachnavi Dialect

بشریات(Anthropology) سماجی علوم میں سب سے زیادہ وسیع علمی میدان ہے۔اس علم کی کثیر الجہتی کے باعث اس کے مطالعہ میں آسانی اور وضاحت کے لیے اسے چار بنیادی شاخوں میں تقسیم کی گیا ہے۔جن میں سے "حیاتیاتی یا طبعی بشریات" (Physical Anthropology)اور"ثقافتی بشریات" جسے سماجی و ثقافتی بشریات (Socio-Cultural Anthropology) بھی کہا جاتا ہے۔بشریات کی دو بڑی اور بنیادی جہات ہیں۔دیگر بنیادی جہات "لسانی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

بشریات"(Linguistic Anthropology) اور آثارِ قدیمہ "(Archaeology) کا انھی دو جہات کے ساتھ گہرا تعلق ہے،یعنی یہ چاروں جہات آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ اور جڑی ہوئی ہیں۔ابتدائی طور پر یہ بنیادی جہات مل کر ایک واحد علم "بشریات" کہلاتے تھے لیکن،اکیسویں صدی میں یہ تمام جہات اپنی الگ اور آزاد حیثیت کی حامل بھی ہیں۔

زبان،انسان کی ایسی امتیازی صفت ہے جس نے انسان کو زندگی اور موت کے معاملات کے بارے میں سوچنا اور اظہار کرنا سکھایا۔بشریات کا علمی میدان، جس کا بنیادی موضوع ہی انسان اور اس سے وابستہ ہر شے پر انحصار کرتا ہے،انسانی ذریعہ اظہار کو کیوں کر نظر انداز کر سکتا ہے۔لسانی بشریات جسے انگریزی میں " Linguistic Anthropology" کہا جاتا ہے، بشریاتی لسانیات (Anthropological Linguistics) سے مختلف حیثیت رکھتی ہے۔"لسانی بشریات" (Linguistic Anthropology)اور بشریاتی لسانیات(Anthropological Linguistics) کو عموماً ایک دوسرے کا مترادف سمجھ لیا جاتا ہے،جب کہ ان میں واضح فرق موجود ہے۔بشریاتی لسانیات ''لسانیات"(Linguistics) کی ایک ذیلی شاخ ہے اور لسانی بشریات ''بشریات"(Anthropology) کی وہ ذیلی شاخ ہے جو افراد اور مختلف سماجی گروہوں کی معاشرتی زندگی میں زبان کے کردار کا مطالعہ کرتی ہے۔

لسانی بشریات کی تحقیقات اس بات کا کھوج لگاتی ہیں کہ زبان کس طرح مواصلات کو شکل دیتی ہے نیز یہ کہ زبان، کسی بھی معاشرے میں سماجی شناخت، ثقافتی عقائد و نظریات کو قائم کرنے اور افراد کی گروہوں کے ساتھ وابستگی قائم کرنے میں کس طرح اہم کردار ادا کرتی ہے؟السینڈرو ڈورانٹی(Alessandro Duranti,ed) نے لسانی بشریات اور بشریاتی لسانیات کا فرق واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

> "Linguistic anthropologists have ventured into the study of everyday encounter's language socialization, ritual and political events, scientific discourse, verbal art, language contact and language shift literacy events, and media." ۱؎

یعنی لسانیات کے برعکس لسانی بشریات کے ماہرین صرف زبان اور اس کے متعلقات کا مطالعہ نہیں کرتے بلکہ زبان کو ثقافتی اور سماجی ساخت کے حوالے سے دیکھتے ہیں۔اس طرح زبان کا مطالعہ سماجی تناظر میں کیا جاتا ہے۔عالمی سطح پر کسی زبان کے اثرات کا مرتب ہونا بھی ماہرین لسانی بشریات کا تحقیقی میدان ہے۔جس میں دیکھا جاتا ہے کہ کس طرح کوئی زبان کسی ایک یا زیادہ معاشروں پر اپنے گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔مثال کے طور پر انگریزی زبان،ایک بین الاقوامی زبان ہونے کی وجہ سے،دنیا کے کئی معاشروں پر اثرانداز ہوتی ہے۔ایسی صورت میں،عالمی سطح پر مختلف براعظموں،مختلف ممالک اور جزیروں میں اجنبی زبان کی آمد اور نوآبادیاتی اثرات کا موازنہ تحقیقی سطح پر کیا جا سکتا ہے۔

ہیمز(Hymes)نے ۱۹۶۰ء کی دہائی میں لکھے جانے والے اپنے کئی مضامین میں لسانی بشریات کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

لسانی بشریات کی مختلف تعریفیں سامنے آتی ہیں چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔بقول ہیمز (Hymes) :

> "The study of spech and language within the contact of anthropology." ۲؎

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

ڈورانٹی(Duranti)کا کہنا ہے کہ:

> "Linguistic anthropology must be viewed as a part of the wider field of anthropology not because it is a kind of linguistics practiced in anthropology departments, but because it examines language through the lenses of anthropological concerns." [۳]

"لسانی بشریات" کو بشریات (Anthropology) کی ایسی مرکزی جہت کہا جا سکتا ہے جس کی مدد سے انسان کے سماجی تعلقات، معاشرتی کامیابیاں، فکری اظہار اور دنیا کے تمام معاملات بآسانی تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں۔ عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ زبان کا کام انسانی سوچ اور جذبات کا اظہار ہے۔ لیکن یہ عمل زبان کا ایک ثانوی عمل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زبان کا کام انسانی رویوں میں ایک فعال اور عملی کردار ادا کرنا ہے۔ زبان ایک اہم ثقافتی قوت ہے۔ یہ نہ صرف انسان کے ذہنی عمل کی نقل پیش کرنے میں مدد دیتی ہے بلکہ تمام انسانی سرگرمیوں سے منسلک ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تمام انسانی اعمال کا ایک ناگزیر جزو ہے۔ لسانی بشریات، انسانی زبانوں کا مطالعہ ان ثقافتوں کے تناظر میں کرتی ہے، جن میں وہ پیدا ہوئیں اور ان کی نشو و نما ہوئی۔ اس میں زبان کی سماجی اور ثقافتی بنیادوں کو سمجھا جاتا ہے۔

ہر مہذب انسانی معاشرہ، اپنی ثقافت کا اظہار، زبان اور ادب کے توسط سے کرتے ہوئے عوام سے اپنا ربط قائم رکھتا ہے۔ تمام ادبی اصناف میں ثقافتیں اپنا اظہار پاتی ہیں۔ اُردو ادب کے پاکستانی اُفق پر اکیسویں صدی میں جنم لینے والے قابلِ قدر ناولوں میں طاہرہ اقبال کا پہلا ناول ''گراں'' بھی شامل ہے۔ افسانہ نگاری سے ادبی سفر کا آغاز کرنے والی طاہرہ اقبال کے تینوں ناول "گراں، نیلی بار اور ہڑپا" میں لسانی شریات کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔

گذشتہ برس الحمد اسلامک یونیورسٹی کے شعبہ اُردو نے طاہرہ اقبال کے ایوارڈ یافتہ ناول "گراں" کے حوالے سے تقریب پذیرائی کا اہتمام کیا تھا۔ جس میں ڈاکٹر اصغر ندیم سیّد نے اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا:

> ''میں اسے ہندوستانی سماج کے بڑے ناولوں میں شمار کرتا ہوں۔ سب نے ثقافتی جڑوں کی بازیافت کی ہے۔ کافی مماثلتیں ہیں جو ہندوستان کے ناولوں سے اس ناول تک پہنچی ہیں۔۔ اس میں ایک بہت بڑی ذہنی فکری اور روحانی تبدیلی ہے۔ اگر اسے ہم سمجھ پائیں تو ناول ''گراں'' کو گراں مایہ سمجھ سکتے ہیں'' [۴]

''گراں'' میں داخل ہوتے ہی ہمیں جس بشریاتی جہت سے سابقہ پڑتا ہے وہ لسانی بشریات ہے۔ یہ ناول بیک وقت دو زبانوں کا نمائندہ ہے۔ ناول میں ہمیں جا بجا اُردو زبان کے ساتھ ساتھ پوٹھوہاری پنجابی کی آمیزش نظر آتی ہے۔ مقامی زبان کے ایسے الفاظ کو اُردو کا حصّہ بنا دیا گیا جو اُردو کا حصّہ نہیں تھے۔ مقامیت کے سبب مقامی زبان کا بڑا کردار ناول میں موجود ہے۔ نئی بیانیہ تکنیک کا حامل یہ ناول لسانی بشریات کا نمائندہ ناول قرار دیا جا سکتا ہے۔ لسانی بشریات ایک ثقافتی وسیلہ اظہار ہے۔ زبان کس طرح انسان کی روزمرہ زندگی کو متاثر کرتی ہے، اس بارے میں کیے جانے والے تحقیقی مطالعہ میں لسانی بشریات معاون ثابت ہوتی ہے۔ لسانی بشریات، براہ راست اپنے معاشرے اور اُس کی ثقافت کو پیش کرتی ہے۔

پوٹھوہاری تہذیب کا عکاس کا یہ ناول چار ابواب پر مشتمل ہے۔ آغاز میں ہی مقامی زبان کے لوگ گیت سے سامنا ہوتا ہے۔ لوک گیت میں کسی بھی معاشرے کی ثقافت بہترین اظہار پاتی ہے۔

''سر گی نیا تاریا لو چالا

روٹھر اڈولالوں منا

سر گی نیاتاریا۔۔ہوشے

سر گی نیاتاریالوچالا'' ۵

آغاز کے لوک گیت کے علاوہ بھی ہمیں اس کا اظہار ملتا ہے۔ مقامی لوک گیت، مقامی ثقافت اور روایات کے علاوہ اُس خطے کے بسنے والوں کے عقائد کا اظہار بھی کرتے ہیں۔

''ڈھول سپاہیے ناراہ پی تکتی۔۔کد مرن تے کد وچاری نی اڈیک مکے''

رکھیا باشا کھیرڑے پے گی اِل ماہیا

ملے وچھوڑے کسے بہانے مل ماہیا ٦

ناول کے منظر نامے کی ابتدا پوٹھوہار کی مقامی معاشرت کے اظہار سے کی گئی ہے۔ پہلا باب ''چواپاک'' سے لے کر آخری باب ''میری مرغی کھو گی'' تک ثقافتی بیان کے لیے مقامی لب ولہجہ استعمال کیا گیا ہے۔ مقامی زبان کی شمولیت سے پوٹھوہاری ثقافت کے خوش نما رنگ نمایاں ہوتے ہیں۔ لسانی بشریات، یہاں پوٹھوہاری ثقافت کو نمایاں کرتی ہے۔ناول میں لسانی بشریات کی چند مثالیں دیکھیں جو زبان کے ذریعے پوٹھوہاری تہذیب اور ثقافت کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں:

''ساری راتیں اہین پئی (برف اور کہرا) ہو کو!ے

'' شکیلہ جان اُڈیک کی ہر گاڑی کو تکتی۔۔ہائے کیوں نہ تکے، ٹھیکرنی منگ اے اکبر خانے نی'' ۸

''کد مڑ سو کیڑی گڈی توں لہسو'' ۹

''بے چاری اڈیک میں اہین کی طرح کھڑ رہی ہے۔'' ١٠

''آلو آلا پراٹھا کھاسو''۔۔؟ ''نہ بریڈ تے ایگ کھاساں'' ١١

''ہائے پتہ ہوتا! کنجری ادھل ونج سی تے کدے نہ پڑھایاں پڑھواتی، ہائے کدے نہ موٹراں جھوٹواتی۔۔۔'' ١٢

مقامی زبان کا یہ رنگ صرف پاکستانی لوکیل کے منظر نامے کا حصّہ نہیں ہے۔ اس مقامی زبان کی آمیزش اُردو کے علاوہ انگریزی میں بھی کی گئی ہے۔ غزل جان انگلستان میں قیام پذیر ہوئی تو وہاں بھی ایک چھوٹا سا بر صغیر آباد تھا۔اِرد گرد بسنے والے ہندوستانی لوگوں کی پنجابی بھی اسے اپنی مقامی بولی کی مانند سنائی دیتی تھی۔ہاٹ کور کی زبان سکھ برادری کی زبان کی نمائندگی کرتی نظر آتی ہے۔

''تسی جی ٹھیک ٹھاک ہو۔ ماما جی نے تہاڈیاں بڑیاں صفتاں کیتیاں سن۔ میں تے آکسفورڈ وچ تہاڈیاں گلاں سُندی

رہی آں۔۔۔'' ١٣

''حرام دے جنے سنو (Snow) میں باتھ لیتے رہے ہیں۔ سک (Sick) ہو گے تو۔۔ چلو اُتارو کوٹ، کافی

سپ (Sip) کرو۔'' ١٤

اسی طرح پوٹھوہاری کے بہت سے الفاظ ملتے ہیں جو مقامی ثقافت سمجھنے میں مدد دیتے ہیں، کیوں کہ یہ مقامی الفاظ اپنی معنویت میں الگ طرح کی گہرائی اور گیرائی کے حامل ہوتے ہیں۔ مثلاً ''کوسا کوسا، جھڑی، گراں، گوڑھے، ساگری، چھنی، ہٹی، چنی چولے جوگا، زنانیاں، جندر، تھوڑ، دھی دھانیاں، بھر جائی، چھلاّ کیرتی، آپوں کچھی، اُچیچا، بوہا،

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

نِکا، پھُوڑی، گاہی، ماڑی، دندنی، جاتک، گف، رِن، مرِسی، گڈی، منڈے، بھاپاجی، ڈیلے، گاچی، سنٹھ، گشتی داپوت، جنور داجنا، لوکائی، پھرول، بھوتنی دی، ڈھڈ، چڈے، بھڑولے، کھیسے، وانڈے، انگ ساک وغیرہ۔ یہ تمام اور اس قسم کے کئی مقامی الفاظ معاشرتی ضرورتوں کے مطابق جنم لیتے ہیں۔

لسانی بشریات، معاشرے کی زبان میں شامل تمام مقامی الفاظ اور سلینگ (Slang) کو بھی اہمیت دیتی ہے۔ زبان کے اس رنگ و روپ سے ہی، معاشرے کے کرافراد کی گوناگونی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ تمام مقامی الفاظ جہاں اپنے علاقے کی ثقافت کا عکس ہوتے ہیں وہاں مخصوص تاریخی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ یہ حیثیت ثقافتی بشریاتی جہات کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہے۔ طاہرہ اقبال کا لسانی شعور ''گراں'' میں پوری طرح عیاں ہے۔ اُنھوں نے پوٹھوہاری کو قومی زبان کے پہلو بہ پہلو جگہ دے کر اسے ایک زندہ اکائی بنایا ہے۔ مقامی زبان کے ان الفاظ کے ساتھ جہاں جہاں انگریزی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اُن الفاظ کو بھی لسانی بشریات کے تحت دیکھا جائے تو پاکستانی معاشرت کے اِس کثیر لسانی رویے کی جھلک ملک سے باہر موجود پاکستانیوں اور ہندوستانیوں میں بھی نظر آتی ہے۔ مذکورہ ناول میں سے انگریزی الفاظ کی درج ذیل مثالیں دیکھیے:

''امپورٹڈ باتھ روم، گولڈ پلیٹڈ، اَن ہائی جینک، سایکالوجیکل پرابلم، آپوزٹ، لگژری، برٹش پاسپورٹ، فرانس آئل، کلچر، سیزن، ٹیچر پیرنٹس میٹنگ، اسٹیٹس سمبل، ماڈل، ٹی وی، فریج، ٹارز، ایکسپریس، رینٹ اے کار، کولڈ اسٹوریج، کارپیٹڈ، فلیٹ، آکسیجن، ہوم ورک، مدرز ڈے، فادرز ڈے، کرسمس، ایسٹر، slang Incubator، چرچ، کوڈورڈز، NZD، ہسبنڈ، سیمینارز، کانفرنسز، Taboo، صوفہ سیٹ، کلر، نالج، بوائے فرینڈ، ویب سائٹس، اسکالرشپ، پی ایچ۔ ڈی، اسسٹنٹ پروفیسر، Thank you، Basic health Unit، پولیس کال، Help Me، گرین کارڈ، گلیمر، Oven، Unwanted، Who is Mom، میوزک سومنگ پول، Sip، Snow، سِیک (Sick) ونڈو، بون لیس، پارسل اور دیگر بہت سے الفاظ اُردو، پنجابی اور مقامی زبان کے الفاظ کے ساتھ آمیز کر کے استعمال کے گئے ہیں۔

غزل جان، پوٹھوہاری خاندانوں کی زبان پر تمسخر سے ہنسا کرتی تھی۔ انگلستان میں بھی اُسے وہی متروک الفاظ ہمسائے سے سننے کو ملنے لگے تھے جو کبھی اُس نے بی بی جان سے سنے تھے اور غزل جان کی نسل تک آتے آتے اپنا لہجہ اور صورت بدل چکے تھے۔ ''حرام دیو! اے سؤر دی چربی اے۔ اپنا سوہنا دیسی تے اسلامی کھا جا کھاؤ۔'' ۱۵

انگلستان میں ایک طویل مدت سے بسنے والے بزرگ، ذہنی و روحانی طور پاکستان میں ہی رہتے تھے۔ انھیں معلوم ہی نہ تھا کہ پاکستان میں جینز اور شرٹ کا رواج پروان چڑھ چکا ہے۔ مقامی بولیوں اور مادری زبانوں میں اُردو، انگریزی کے کتنے الفاظ شامل ہو چکے ہیں۔ یورپی ماحول میں پوٹھوہاری لب و لہجے میں انگریزی زبان میں جب بات ہوتی تو غزل جان کو عجیب محسوس ہوتا تھا۔

> ''میرپور کی پوٹھوارنیں جب انگریزی لفظوں کو پوٹھواری تلفظ میں بولتیں تو غزل جان کو لگتا وہ انگلستان میں پوٹھوار کے کسی زیادہ پسماندہ گراں میں آگئی ہے۔ اوپر والے فلیٹ میں کڑھی کو بگھار لگاتی دادی جان پوتے کو ڈانٹیں ''خبردار جو کسی گوری کو بافنڈ (بوائے فرینڈ) بنایا۔'' ۱۶

خود غزل جان، جو اپنی ثقافت اور زبان کا مذاق اُڑایا کرتی تھی۔ انگلستان آکر، ایک وقت گزرنے کے بعد اپنی ثقافت اور زبان کی شناختی اہمیت جان گئی تھی۔ اپنے بچوں کے ساتھ وہ پوٹھواری بولتی تھی۔ وہ سمجھتے بھی تھے لیکن بولتے نہیں تھے۔ لسانی بشریات کے تناظر میں، ماحول اور ثقافت کے زبان پر اثرات کا رنگ بھی 'گراں' کا حصّہ ہے۔ غزل جان کے بچے جس ثقافتی ماحول کی پیداوار تھے۔ وہ اسی زبان کو اپنا چکے تھے جو اُن کے اِرد گرد عام تھی۔

> ''وہ کوشش کر کر تھک ہاری۔ جس زبان کو بولنے میں انھیں سہولت تھی۔ اُن کے اِرد گرد سکول میں، شاپنگ مالز میں جو باسہولت ہے وہی تو استعمال کریں گے۔ ایک یا دو افراد کی بولی کتنی مشکل ہے۔ چاہے وہ اُن کی مادری زبان ہی کیوں نہ ہو۔ گروہ کی سماج کی زبان آسان ہے چاہے وہ اُن کی ثانوی زبان ہو۔ رابطے کی زبان زیادہ اہم ہے۔'' ۱۷

ہجرت چاہے گاؤں سے شہر کی جانب ہو یا ایک ملک سے دوسرے ملک کی جانب، ہجرت کرنے والے خاندان کی اگلی نسل مادری زبان کے بجائے رابطے کی زبان سے جُڑ جاتی ہے۔

برصغیر میں جب کسی عورت کا شوہر انتقال کر جائے تو اُس کی بیوگی کا اظہار ثقافتی سطح پر ہونا ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ انور خان کی جوان موت پر گراں میں کہرام مچا تھا۔ اُس کی نئی رویلی دلہن سر پر گلابی شفعون کا دوپٹہ اوڑھنے، کندھوں پر پشمینہ کی شال لیے ہوئے تھی۔ بین کرتی عورتوں نے روتے پیٹتے ہوئے اپنے ماتم کا رخ اُس کی جانب موڑ لیا تھا۔ جذبات کے بے ساختہ اظہار ہمیشہ اپنی مادری زبان میں ہوا کرتے ہیں۔ فوتیدگی کے موقع پر ہونے والا لسانی اظہار، پوٹھوہاری خطے کی ثقافت میں ماتم کے اظہار کا ایک نمونہ ہے:

> ''ہائے کرماں سڑی! تیرا تو چیلے کپڑے، گہنے لتے کا چاؤ بھی ابھی نہ اُترا تھا۔ ہائے رنڈاپے کی چٹی چادر ڈالو سر پر، ہائے لال چوڑا تو بٹہ مار کے توڑو، گلابی پر آئندہ کھول کر بال بکھیرو۔ اب ساری حیاتی نہ پہنے گی نہ سجے سنورے گی۔ عورتوں نے سونے کی چھ چوڑیاں کھینچ اُتاریں۔ کانچ کی چوڑیاں مٹھی کا دباؤ دے کر توڑیں۔۔ کانوں کے مگھر (آویزے) کھینچ لیے۔ شفعون کا دوپٹہ اُتار سفید ململ کی چادر سر پر ڈالی۔ سیاہ بال آندھی سے بکھر گے۔ مٹھیاں بھر بھر چولہے کی راکھ مانگ میں اُنڈیلی۔۔ ۱۸

طاہرہ اقبال نے اپنے پہلے ناول ''گراں'' میں اپنے لسانی بشریات کے حوالے سے عمدہ اظہار پیش کیا ہے۔ پوٹھوہاری تہذیب اور ثقافت کی بھرپور عکاسی کرتے ہوئے آبائی وطن سے تعلق استوار رکھنے کو ذہنی آسودگی اور ثقافتی شناخت کی اہمیت سے وابستہ کیا ہے۔ جو کردار اپنی زبان سے، اپنی ثقافتی جڑوں سے منسلک رہے وہ تادم آخر ذہنی بالیدگی سے ہمکنار رہے، پھلتے پھولتے رہے۔ اپنی ثقافت کو، زبان کے ذریعے اپنی اگلی نسل میں کامیابی سے منتقل کر کے پرسکون رہے اور جنھوں نے خود کو اپنی ثقافتی شناخت سے الگ کیا وہ مرجھا کر رہ گئے۔

طاہرہ اقبال کے لسانی شعور کے حوالے سے بھی الطاف فاطمہ یوں داد دیتی ہیں:

> ''طاہرہ کا جو ذخیرہ الفاظ ہے مجھے تو انشاء کی رانی کیتکی کے بعد اسی ڈکشن نے متاثر کیا ہے۔'' ۱۹

طاہرہ اقبال کا "نیلی بار" منظر عام پر آیا تو خوب پذیرائی اس کا مقدر بنی۔ طاہرہ اقبال کے ناولوں میں ہمیں تہذیبی و ثقافتی حوالوں کو لسانی بشریات کے ضمن میں پرکھنے کا موقع ملتا ہے۔ لسانی بشریات میں زبان ایک ثقافتی وسیلہ بن کر، انسانی معاشرے میں عملی طور پر فعالیت کی جانچ پرکھ کرتی ہے۔ زبان کے وسیلے سے سماجی سرگرمیوں، انسانی نفسیات، عوامی نظریات، مذہبی عقائد کے تحقیقی مطالعات، سائنسی بنیادوں پر کیے جاتے ہیں۔ معاشرتی سطح پر بولی جانے والی قومی، علاقائی یا مقامی زبان میں، افراد کے باہمی رابطے کی نوعیت کو پرکھا جاتا ہے۔ '' نیلی بار'' کا جاندار ثقافتی ماحول پیش کرنے کے لیے طاہرہ اقبال نے مقامی زبان اور اُسلوب کو ذریعہ اظہار بنا کر، ثقافتی بشریات کے لسانی پہلو اجاگر کیے ہیں۔ علاقائی ثقافت کا جیسا اعلیٰ اظہار، مقامی زبان میں ہوتا ہے، قومی یا کوئی اور زبان اس کا حق ادا نہیں کر سکتی۔ ناول میں مقامیت کی فضا، نیلی بار میں بولی جانے والی زبان کی فضا ہے۔ "بار" کی مقامی زبان، مختلف لب و لہجے کے ساتھ بولی جانے والی پنجابی ہے۔ جسے جانگلی لہجہ بھی کہا جاتا ہے۔ لسانی بشریات کے حوالوں سے ناول کی فضا، بھرپور انداز میں رچی بسی پنجابی کی عمدہ اور شان دار مثال ہے۔ لسانی بشریات کی ایک مثال تو وہ تمام گیت ہیں جو ناول میں بہت سی رسومات کے اظہار میں گائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ناول میں موجود بیسیوں مثالوں میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

> '' ہائے نی سوہنی تے سونکھڑی، نی راوی دا سرا، نی بار دا سنگھار۔۔۔۔ نی اے انعام کتھوں گھڑو آیا نیں، نی تولے دا ہوسی، نی اے لونگ ڈاہڈا پیا سجدا اے، ہیں نی پٹولے وانگ تے کرڑی اے سجے کیوں نا۔۔۔'' ۲۰

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

اسی طرح دلہن کا قافلہ لٹنے پر، جہیز کا سب سامان لوٹ لیے جانے پر، بڑی بوڑھیوں نے بین کھینچا اور ملک فتح شیر کے سامنے منت زاری کی کہ انھیں سامان سمیت واپس جانے دے۔اس منت وزاری کے لیے الفاظ کا چناؤ اور لب ولہجہ، لسانی بشریات کے ضمن میں ان لوگوں کی ثقافت کا اظہار یہ ہے۔

"ہائے نہواں دے پوٹے گھس گے، پیاں بھار کھلوتے عمراں لنگھ گیاں بھورے کر دیاں کالیاں توں بگے آگئے
تاں جا کے چھاپ چھلا جُڑیا، ہائے اَج سارا لٹی جاسی۔۔۔۔سائیں! ترلا ہے، منت زاری ہے۔اساں لسّے نیاں ہاں
ہک لت تے تیری سرکار اچ کھلوتے ہاں۔سائیں! تساں بادشاہ ہو، اساں فقیر غریب ہاسے تساں مائی باپ ہو،
دسواں اُونٹ وی چھوڑ وہاتے ڈاھاڈ کرم کرو ہا۔" ۲۱

کسی قوم کا تصورِ حیات ثقافت سے اپنا اظہار پاتا ہے اور تصورِ حیات کا اظہار زبان ہے۔یعنی ثقافت اور زبان کا ساتھ چولی دامن کا ہے۔گویا زبان اپنی ثقافت میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے اور ہر زبان کے الگ لسانی تجربات ہوتے ہیں۔ہماری علاقائی زبانیں، ہمارے تجربات کی ترجمان ہیں۔زبان ہی ثقافت کی قدامت کا پتہ دیتی ہے۔لسانی بشریات کے تحت نیلی بار کے مربوط ثقافتی رنگوں کی چند اور مثالیں درج ذیل ہیں:

"ہاے بھٹونوں مار گھتیو نیں۔" ۲۲

"ماسی اے ماسی ستو! اے ڈوری بھوری، جا بھانجی کر والے بھٹی کی ونڈ آئی پڑی ہے۔۔۔۔آخیر لی تیری پنڈ پڑی
رہ گئی ہے۔" ۲۳

"گندم کے دانوں سے روڑ گیٹے چنتی، لال زہری مرچوں کی ڈنیاں توڑتی بڑی عورتیں اپنے چھلکتے سینوں میں
ہوکوں کا ہُسڑ باہر اُچھال پھینکتیں اور لال مرچی جیسا کچھ لال لال پھونکارتیں۔" ۲۴

"نیلی بار" میں برتی جانے والی زبان اور بولیوں کے بارے میں ڈاکٹر شہناز لکھتی ہیں:

"نہ جانے کتنی بولیاں، بولاٹیاں کھاتی، سر پٹکتی، ایک دوسرے میں مدغم ہوتی، لُکن چھپی کھیلتی، لفظوں کے تیر،
بھالے بناتی، فسوں کار جملوں میں ڈھلتی جاتی ہیں۔زبانوں اور بیانوں کی صدیوں پرانی شراب کی بوتل سے ناچتے،
تھرکتے، چھلکتے، مچلتے، ڈولتے لفظ، چھم چھم صفحۂ قرطاس پر بکھر بکھر سے گئے ہیں۔جنھوں نے معنی و مفہوم کیا ایک
عجیب وغریب کائنات بنا کر "نیلی بار" میں زندگی کی نرالی تفہیم کی ہے۔" ۲۵

نیلی بار کی زبان اور ثقافت کا جائزہ لیتی ہوئی لسانی بشریات کا تسلسل "ہڑپا" میں دیکھا جا سکتا ہے۔ثقافتی وسماجی بشریات میں زبان کا عمل دخل سب سے زیادہ ہے۔دنیا کی کوئی بھی ثقافت، زبان کے بغیر اظہار نہیں پاتی۔طاہرہ اقبال کے ناول "ہڑپا" میں ہمیں لسانی حوالوں سے ہڑپا اور گردنواح کی ثقافت سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔اس مخصوص علاقے میں بول چال کا انداز ملک کے دیگر حصّوں کی نسبت مختلف ہے اور یہی انفرادیت یہاں کی ثقافت کو بھی نمایاں کرتی ہے۔بچوں کے کھیل کود میں بولی جانے والی زبان، پکھی واسوں کا اندازِ بیان اور حویلی والوں کا روزمرہ اور محاورہ، یہ تمام پہلو "ہڑپا" میں لسانی بشریات کے حوالوں کو اُجاگر کرتے ہیں۔مثالیں درج ذیل ہیں:

"ہتھیاں نال بنایا سی پیراں نال ڈھایا اے" ۲۶

"پولا کنجری دا، وجا بھروے دے۔" ۲۷

"نی چنی نی ونٹر کدھر مر رہی۔اجڑ تو کب کا باڑے میں تاڑ گیا۔تُو نک وڈی کیوں کھلی پھرتی ہے۔کوئی سُور بھگیا
ڑاٹھالے جاے اس انّی بولی رات میں۔۔۔ ۲۸

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

"ٹیوب ویل کے تیز پانیوں میں بنتی سفید جھاگ کے گالے اٹھا اٹھا تھاپے سوٹے مار مار بھاری کھیس دریاں کو ٹتی
لڑکیوں پر اچھالتیں اور اک لے میں گیت الاپتیں۔
گامن آئی نیں کوئی پتلا پتنگ اے
موردی پگی گا مناوے تیرا سوے دار نگ اے" ۲۹

اس طرح لسانی بشریات کسی خطے کے لوک گیتوں اور لوک دانش کا مطالعہ زبان کے ثقافتی سیاق میں کرتی ہے اور اُس معاشرت کی عکاس بن جاتی ہے۔لوک دانش کا بیشتر سرمایہ دیہاتیوں کے ڈھور ڈنگر مرنے اور پیدا ہونے، درختوں کے پھلنے پھولنے یا سوکھنے، فصلوں کے اُگنے، دریاؤں، بارشوں کے بہنے اور رکنے کے موضوعات سے وابستہ ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ٹپے اور ماہیے کا پہلا مصرع فطرت کا عکاس ہوتا ہے اور اپنے خطے کی زبان اور ثقافت کا بھرپور اظہار یہ بھی:

"کوئی بوٹا راوی دا، کوئی مبھ ترھائی ہوئی اے
چٹی چنے چانی، نکی کنی نکی اور کنی" ۳۰

پکھی واسوں کی بول چال کا انداز، اُن کی معاشرت کے ساتھ مخصوص ہے۔مثال دیکھیے:

"حق ہا شوہدی نے تو گورے بھی نہیں دیکھے۔جو ہمارے آلے دوالے چار چوفیرے پھرتے رہتے ہیں۔۔۔تُونے
تو نو گزے کے ملنگ بھی نہیں دیکھے۔حق ہا تجھ شوہدی نے دیکھا کیا حیاتی میں۔" ۳۱

اسی طرح حویلی میں آنے والی زمیندارنیاں جو پہلی بار صنوبر کو دیکھتی ہیں تو فوراً کہتی ہیں:

"ماشاءاللہ سوہنی تے سنکھڑی۔پر نایا نہیں نیں کوئی جوڑ جوڑ وہا چا۔" ۳۲

"ہڑپا" میں لسانی بشریات کے حوالے صرف پکھی واس معاشرت اور حویلی کی ثقافت کا عکس پیش کرتے بلکہ ہڑپا کے کھنڈرات اور عجائب گھر پر متعین، پہرے داروں کے الفاظ میں بھی ظاہر ہوتے ہیں۔پہرے دار غیر ملکی سیاحوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے، اپنی بات کو بہتر طور پر سمجھانے کے لیے اُردو کے ساتھ انگریزی الفاظ ملا کر بولتے ہیں۔درج ذیل مثال میں انگریزی، اُردو کا امتزاج دیکھا جاسکتا ہے:

"سر! یہاں کی پیداوار کی مختلف اجناس کے نام آج بھی Same ہیں:
چیبتڑ means انشینٹ فروٹ
بیر means بیریز، گولہیں means ریڈ بیریز
سر! کاٹن، ویٹ سب سے پہلے یہیں کاشت ہوئی۔" ۳۳

پکھی واس ثقافت اور ہڑپا کے ارد گرد بولی جانی والی زبان کے الفاظ کا استعمال ناول میں حقیقت کا رنگ بھرتا ہے۔اس زبان کے دیگر بے شمار الفاظ جو بڑی عمدگی کے ساتھ ناول میں جا بجا دکھائی دیتے ہیں۔جن میں، ٹوہنی، ورھے، اِٹ وٹا، ٹٹ جھج، ملویر، کند، دنداسہ، سک، گٹک، ھابڑے، کڑل، گچ، ادھیارا، دگڑ دگڑ، سانگل، ونگاں، وٹاتی، آڈھا، چھنّا، وانڈے، وسر، تڑٹ، گھاہ، ٹھل، کچھڑ، گھر دگھری، جھیت، رینڈ کھونڈ، کھلرا، نیائے کر، ٹاکیاں، امس، بھوگنا، تردنکے، کھیچل اور اسی قسم کے بہت سے اور الفاظ بھی شامل ہیں۔

لسانی بشریات، اکیسویں صدی کے پاکستانی معاشرے کا مطالعہ کرے گی تو سوشل میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے انگریزی کے لفظوں کی بھرمار، روزمرہ بول چال میں پائے گی۔جو نئی صدی کی بدلتی ہوئی ثقافتی جہتوں کا مظاہرہ ہے۔یورپی تہذیب اور ثقافت کے اثرات مقامی زبان اور طرز زندگی پر نظر آتے ہیں اور یہی رویہ تخلیق کاروں کو حقیقی کرداروں کی تخلیق کرتے وقت مدِ نظر رکھنا پڑتا ہے۔اس طرح ناول "گراں"، "نیلی بار" اور "ہڑپا" لسانی بشریات کے اظہار کی عملی تشریح پیش کرنے لگتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

حوالہ جات

1 https://www.thoughtco.com/what-is-linguistic-anthropology-1691240
2 https://assets.cambridge.org/97805214/45368/excerpt/9780521445368_excerpt.pdf
3 Alessandro Duranti “ Linguistic Anthropology” New York: Cambridge University Press, 1997. P. 4
4 http//dailypakistan.com.pk/03.Mar.2022/ 1409967

۵۔طاہرہ اقبال، گراں،(اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،۲۰۱۹)، ص،۱۳

۶۔ ایضاً، ص:۱۷
۷۔ ایضاً، ص:۱۴
۸۔ ایضاً، ص:۱۵
۹۔ ایضاً، ص:۲۳
۱۰۔ ایضاً، ص:۳۰
۱۱۔ ایضاً، ص:۱۰۵
۱۲۔ ایضاً، ص:۹۴
۱۳۔ ایضاً، ص:۱۱۲
۱۴ ایضاً، ص:۱۱۸
۱۵۔ ایضاً، ص:۱۰۵
۱۶۔ ایضاً، ص:۱۰۷
۱۷۔ ایضاً، ص:۲۲۲
۱۸۔ ایضاً، ص:۴۷
۱۹۔ الطاف فاطمہ ''گراں'' دیباچہ ''انشا کی رانی'' (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز۲۰۱۹)، ص:۸
۲۰۔ طاہرہ اقبال، نیلی بار (جہلم: بک کارنر، اشاعت سوم، ۲۰۲۲ء)ص:۴۰
۲۱۔ ایضاً، ص۴۵، ۴۳، ۴۴
۲۲۔ ایضاً، ص:۱۸۲
۲۳۔ ایضاً، ص:۲۹۶
۲۴۔ ایضاً، ص:۵۰۹
۲۵۔ ڈاکٹر شہناز شورو، نیلی بار: میرا دیس نیلوں نیل، مشمولہ سہ ماہی ادبیات، شمارہ، ۱۲۴، ۱۲۳، جنوری تا جون (اسلام آباد: اکادمی ادبیات، ۲۰۲۰)ص، ۲۰۱
۲۶۔ طاہرہ اقبال، ہڑپا(جہلم: بک کارنر، اشاعت اوّل ۲۰۲۳ء)ص:۳۴
۲۷۔ ایضاً، ص:۴۳
۲۸۔ ایضاً، ص:۴۵
۲۹۔ ایضاً، ص:۶۶
۳۰۔ ایضاً، ص:۱۰۰
۳۱۔ ایضاً، ص:۱۳۶
۳۲۔ ایضاً، ص:۲۸۷
۳۳۔ ایضاً، ص:۱۰۳